اسلام میں ائمہ ومؤذنین کا مقام ومرتبہ اور ہماری ذمہ داریاں

از: مولانا اسرارالحق قاسمی
ممبر پارلیمنٹ وصدر آل انڈیا ملی وتعلیمی فاؤنڈیشن

اسلام اور مسلم معاشرے میں امامت ایک معزز منصب رہا ہے اور اس پر فائز رہنے والے لوگوں کو عام و خاص ہر طبقے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ جب دنیا کے بیشتر خطوں میں سیاسی وسماجی اور تہذیبی وعلمی اعتبار سے مسلمانوں کا غلبہ تھا اور مسلم تہذیب دنیا کی مقبول ترین تہذیب تھی، اس وقت امام کا مرتبہ اس اعتبار سے غیر معمولی تھا کہ وہ نہ صرف پنج وقتہ، جمعہ و عیدین اور جنازے کی نمازوں میں مسلمانوں کے پیشوا ہوتے تھے؛ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ لوگ اپنے روزمرہ کے مسائل ومشکلات کے حل کے لیے بھی انھی سے رجوع کیا کرتے تھے۔ ماضی میں دین و دنیا کے کئی اہم کارنامے انجام دینے والے بے شمار اشخاص مساجد کے منبروں سے ہی وابستہ تھے۔ اسلامی کتب خانے کا اچھا خاصا ذخیرہ ائمہ کی علمی وفکری قابلیتوں کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ان کی اہمیت و برتری اور فضیلت کو دراصل اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں بٹھایا تھا۔ ایک موقع پر اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”امام اس لیے بنائے گئے ہیں کہ ان کی اقتدا کی جائے“۔ اس کا ایک ظاہری مطلب یہ ہے کہ نماز کے دوران اماموں کی اقتدا کرنی چاہیے اور ان کے عمل کے مطابق عمل کیا جائے؛ تاکہ ہماری نماز درست اور مکمل ہوسکے؛ لیکن ایک مطلب اس کا یہ بھی ہے کہ معاشرے میں امام کے منصب کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے اچھے اور اعلیٰ اخلاق وکردار کو اپنایا جائے اور اس سلسلے میں بھی انھیں اپنا راہنما بنایا جائے۔ نبی اکرم ﷺ پوری زندگی مسجد نبوی کے امام وخطیب رہے اور مسلمانوں کو دی جانے والی تمام تر تعلیمات مسجدوں کے ذریعے ہی پایۂ تکمیل کو پہنچتی تھیں۔ چاہے معاشرتی مسائل ہوں یا اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلنے کی تدبیریں،

چاہے تعلیم وتعلّم ہو یا دیگر امور سب امام یعنی نبی پاک ﷺ کے ذریعے ہی لوگوں تک پہنچتے تھے۔ اسی طرح لوگوں کو نماز کے اوقات کی خبر دینا اور انھیں دن کے پانچ وقت کامیابی اور خیر کی طرف بلانا بھی نہایت ہی شرف اور فضیلت والا عمل ہے اور نبی پاک ﷺ نے امام کے ساتھ ساتھ موٴذنین کے لیے بھی بڑے اجر وثواب کی بشارت دی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول! مجھے کوئی کام بتائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنی قوم کے امام بن جاؤ'' تو انھوں نے کہا ''اگر یہ ممکن نہ ہو تو؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا ''پھر موٴذن بن جاؤ''۔ (شرح العمدہ) اس حدیث پاک سے سیدھے طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی نگاہ میں امامت اور موٴذنی ایک اعلیٰ اور شرف والا عمل تھا، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے ایک صحابی کو اس کی تلقین فرمائی۔ ایک دوسری حدیث جسے امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ''تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ڈھیر پر ہوں گے: ایک وہ جس نے اللہ کے اور اپنے غلاموں کے حقوق ادا کیے ہوں گے، دوسرا وہ شخص جس نے لوگوں کی امامت کی اور اس کے مقتدی اس سے خوش رہے اور تیسرا وہ شخص جس نے روزانہ پانچ وقت لوگوں کو نماز کی دعوت دی''۔ یعنی جو اذان دیا کرتا تھا، اس حدیثِ پاک سے تو اور بھی وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ امامت اور موٴذنی اللہ کے نزدیک موقر عمل ہے اور دونوں قسم کے لوگوں کے لیے اللہ کی خاص رحمت ومہربانی مقدر ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''محشر کے دن موٴذنین کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی''۔ یعنی وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں نمایاں ہوں گے اور بآسانی پہچانے جاسکیں گے۔ ایک موقع پر فرمایا گیا کہ ''اگر لوگوں کو پہلی صف میں نماز پڑھنے اور اذان دینے کی فضیلت کا علم ہوجائے تو قرعہ اندازی کی نوبت آجائے گی''۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے خاص طور پر امام اور موٴذن کے لیے رشد ومغفرت کی دعا فرمائی ہے۔ (سنن ابوداؤد)

ایک طرف ائمہ اور موٴذنین کے بارے میں اتنی فضیلتیں وارد ہیں، جنھیں جان کر ایک انسان کے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش وہ امام یا موٴذن ہوتا؛ لیکن دوسری جانب جب ہم موجودہ وقت میں اپنے معاشرے کے ائمہ اور موٴذنین کی صورتِ حال اور ان کے ساتھ لوگوں کے رویوں کا مشاہدہ کرتے ہیں تو نہایت افسوس اور تکلیف ہوتی ہے اور پھر عام حالتوں میں کوئی بھی شخص امام یا موٴذن بننے کا خواب نہیں دیکھتا۔ مختلف اسباب کی بنا پر آج کل ایسا ماحول بنادیا گیا ہے کہ دوسرے

لوگوں کوتو چھوڑیں خود مسلمان اور وہ بھی باشعور سمجھے جانے والے مسلمان بھی امامت اور مؤذنی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں؛ حالاں کہ دوسری جانب ایک ناقابلِ انکار حقیقت یہ ہے کہ پانچ وقتوں اور عیدین کی نمازوں کے علاوہ بھی پیدائش سے لے کر موت تک ہم ایک امام اور مؤذن کے محتاج ہوتے ہیں۔ایسا باور کیا جاتا ہے کہ مساجد کے امام اور مؤذنین معاشرے پر بوجھ ہیں اور پھر ان کے ساتھ عام طور پر اسی قسم کا برتاؤ کیا جاتا ہے، یقین جانئے ہمارا یہ عمل خود ہماری بدبختی اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اور اس سے خود ہمیں ہی دنیا وآخرت میں خسارہ ہوگا۔ یہ کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ ایک جانب تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امامت اور مؤذنی کرنا معمولی کام، یہ کام کرکے انسان پرسکون طریقے سے اپنی زندگی نہیں گزار سکتا اور اس میں اپنی اولاد کو لگانا گویا ان کی زندگی کو برباد کرنا ہے؛ جبکہ دوسری جانب جب ہم ہی مسجد کے ٹرسٹی یا متولی بنتے ہیں تو امام یا مؤذن کی تنخواہ پانچ چھ ہزار سے زائد کرنے کے لیے کسی بھی صورت تیار نہیں ہوتے۔معمولی سے معمولی شخص بھی جس کا معاشرے میں کوئی وزن نہیں ہوتا، وہ کسی بھی وقت امام یا مؤذن پر اپنا غصہ نکال سکتا ہے، کسی بھی وقت اسے یہ کہہ کر نکال دیا جاسکتا ہے کہ آپ ہماری مسجد کے لائق نہیں۔ ہمارا تقاضا ہوتا ہے کہ امام اور مؤذن کو انسان نہیں ،فرشتہ ہونا چاہیے؛ مگر خود ہم کسی کے ساتھ انسانی اخلاق کے ساتھ بھی پیش نہیں آتے۔پس اِس وقت مسلمانوں میں بے شمار سماجی اصلاحات کے ساتھ کرنے کا ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ ائمہ اور مؤذنین کے تئیں لوگوں کے دلوں میں احترام اور وقار کا جذبہ پیدا کیا جائے۔اسلام میں ان کا جو مقام و مرتبہ بتایا گیا ہے، اس سے لوگوں کو روشناس کیا جائے اور لوگوں کو مساجد سے جوڑتے ہوئے ائمہ کی مخلصانہ اقتدا کا ماحول بنایا جائے۔ ہر دور میں عوام کا مساجد اور اماموں سے گہرا ربط رہا ہے، آج بھی عام مسلمانوں کا دن رات کا تعلق اپنے اماموں سے ہوتا ہے، اگر عوام اور ائمہ کے مابین تعلقات مضبوط ہوں گے اور دونوں طرف افادہ واستفادہ کی راہ ہموار ہوگی تو اس طرح مجموعی طور پر پورے مسلم معاشرے میں ایک خوشگوار سماجی انقلاب برپا ہوسکتا ہے۔ ہمارے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں ہم مساجد کی تعمیر وتزئین میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور ہر محلے، بستی اور شہر کے مسلمان اپنی اپنی استطاعت کے بہ قدر یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے علاقے کی مسجدوں میں نمازیوں کو ہر قسم کی سہولت دستیاب ہو؛ چنانچہ گرمیوں میں اے سی ،پنکھوں اور کولر کا انتظام کیا جاتا ہے اور ٹھنڈیوں میں گرم پانی کا انتظام کیا جاتا ہے، بہت ساری مسجدوں میں مخمل اور گدے والے مصلے بھی بچھا دیے جاتے ہیں، تو ان سب کے ساتھ ساتھ ہمیں اس پر بھی توجہ دینی چاہیے کہ جو شخص ہمیں

پانچ وقتوں کی نماز پڑھاتا ہے اور جو ہمیں ان نمازوں کے اوقات کی خبر دیتا ہے، ہر طرح کے موسم اور حالات میں بروقت اذان دیتا ہے، ان کی تنخواہیں بھی بہتر کی جائیں، آج کا دور تو اتنا مہنگا ہو گیا ہے کہ لاکھوں کمانے والے لوگ بھی پریشان ہی رہتے ہیں؛ لیکن کیا مساجد کی تعمیر وتزئین میں لاکھوں کروڑوں خرچ کرنے والے ہم مسلمان اپنے ائمہ اور مؤذنین کو اتنی تنخواہیں نہیں دے سکتے کہ وہ ایک بہتر اور اطمینان بخش زندگی گزار سکیں؟ اس سلسلے میں مساجد کے متولیان اور ٹرسٹیان کو خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ایک گزارش ائمۂ کرام سے بھی ہے کہ وہ معاشرے میں اپنے مقام ومرتبے سے باخبر رہیں، وہ صرف نمازوں کے امام نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے اعمال، اخلاق اور کردار کا اثر دوسرے لوگوں پر بھی پڑتا ہے۔ آپ کوئی ایسا عمل نہ کریں جو آپ کی شان اور مرتبے کے خلاف ہو، صرف نماز پڑھا دینا ہی آپ کی ذمے داری نہیں ہے؛ بلکہ لوگوں کے اعمال وعقائد کی اصلاح کا ذمہ بھی شریعت نے آپ کے اوپر رکھا ہے۔ مسلمانوں کی اخلاقی وعملی بے کرداری کے خاتمے میں ائمۂ کرام اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور ان سے یہ مطلوب بھی ہے۔ یہ حقیقت ہر وقت ذہن میں رہنی چاہیے کہ جو منصب یا مقام جتنا اہم اور عظیم ہوتا ہے، اس کی ذمے داریاں بھی اسی قدر اہم ہوتی ہیں۔ جہاں آپ کے اچھے اور عمدہ اخلاق واعمال معاشرے پر اچھے اثرات مرتب کرتے ہیں، وہیں آپ کی معمولی لغزش بھی بے شمار لوگوں کے لیے فساد اور برائی کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''امام ضامن ہوتا ہے''۔ مطلب یہ کہ امام نہ صرف اپنے مقتدیوں کی نمازوں کا ضامن ہے اور اس کی نماز کی صحت پر مقتدیوں کی نمازوں کی درستگی موقوف ہے؛ بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اپنی عملی زندگی میں بھی امام اپنے مقتدیوں کا ضامن ہے، اگر کوئی اس کے اچھے اخلاق واعمال سے متاثر ہو کر اچھے راستے کو اپناتا ہے تو اس بندے کے ساتھ امام بھی ماجور ہوگا؛ جبکہ اگر کوئی شخص اس کی غلط نقل وحرکت کی وجہ سے دین اور مسجد سے متنفر ہو جاتا ہے تو اس کا بھی ذمے دار وہی ہوگا۔ بہر کیف یہ بے حد ضروری ہے کہ ائمہ اور مقتدی دونوں اپنے اپنے مطلوبہ کرداروں کو ادا کریں، یہ عمل ہمارے معاشرتی نظام کو بہتری کی طرف لے جانے میں کلیدی رول ادا کر سکتا ہے۔

❁ ❁ ❁